

خاندانی تعلقات میں نفقة کا اسلامی تصور

Islamic Vies of Expenses among family Relations

* ابو الحسن شیر احمد

ڈاکٹر ضیاء الرحمن

ABSTRACT

In human life, family relations are of basic importance. In the Islamic Law, the proportion of rights and obligations amongst the relatives is in accordance with human nature. The nature of relations amongst family members has been brought into light with Islamic and Natural perspectives. Amongst those rights and obligations, the responsibility for expense is of primary importance, because its clear understanding illustrates the reality of all the family relations which causes the positive effects on the whole society.

In this article, by discussing the expense (rights and obligations) of relatives, the Islamic instructions, basic philosophy, general effects, necessity and its importance has been brought into light. All facts have been presented under two heads of expense (rights) of wife and expense (rights) of the relatives.

But, in the light of Quran and Hadith, it has been agreed by all the Islamic Jurisprudents, upon the necessity/obligation/compulsion of the right of expense for the relatives just like the right of expense for a wife.

In this article and attempt has been made to clarify that, in a family setup, how much importance has to be given to the rights and duties/obligations of a wife?

Keywords: family relations, rights, obligations, expenses,

* اسٹنسٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور

** لیکچرر، شعبہ علوم اسلامیہ، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور

قوموں کے عروج و زوال کی تاریخ میں اگر کسی ایک موثر ترین تاریخ ساز عامل کی تلاش کی جائے تو یہ بات بلا خوف تردید کی جاسکتی ہے کہ اس میں سرفہرست تعلیم آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انسان کو اپنا خلیفہ اور نمائندہ مقرر کرنے کے لیے سب سے پہلے جس چیز سے اسے آراستہ کیا وہ علم تھا اور اپنے تمام انبیاء علیہ السلام کو جو کام سونپا اس میں تعلیم کتاب و حکمت اور ترکیہ نفس کو مرکزیت حاصل ہے۔

خاندانی تعلقات میں نفقہ کا اسلامی تصور

ہر انسان کی بنیادی ضروریات اور اس کی قبیلی تسلیکیں کا حصول اس کے قریب ترین افراد پر منحصر ہے۔ جن کی مدد سے وہ جہانِ رنگ و بو میں قدم رکھتا ہے اور انہیں کی محبت اور شفقت کے ذریعے وہ اپنے بھپن اور بعد کے اکثر مراحل زندگی طے کرتا ہے اور ان کے مالی اور غیر مالی تعاون سے وہ زندگی بھر مخطوط ہوتا ہے۔

شوہر بیوی، ماں باپ، اولاد، بہن بھائی، دوہیاں، نھیاں، چچا، بھوپھی، ماموں اور خالہ جیسے تمام الفاظ ہر زبان میں موجود ہیں اور تاریخ کے ہر دور میں ان الفاظ کو ان کے اسی تناظر میں دیکھا گیا ہے اور ان سے وابستہ محبت اور احساس کے ثمرات کو محسوس کیا گیا ہے۔

دنیا بھر کے لوگ اپنی موت و حیات کے اکثر ظاہری اور باطنی تقاضے خاندان کے ذریعے پورے کرتے ہیں۔ وہ خوشی اور غمی کے اوقات میں اپنے خیالات اور دل کا بوجھ انہیں کے سامنے پیش کر کے ذہنی و قلبی سکون پاتے ہیں، انہیں تمام محرومیوں کا مدوا، جسمانی صحت اور ذہنی صلاحیتوں کی حفاظت ابتدائی اور بنیادی اعتبار سے خاندانی ذرائع سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے جو شخص ان رشتتوں سے دور ہو اس کا دل ان کے لیے ہمیشہ بے چین رہا اور اس کی روح بے تاب رہی۔

قرآن مجید میں تخلیق انسانی کی مناسبت سے فرشتوں کے دوساروں کا ذکر کیا گیا ہے۔ پہلا سوال یہ کہ کیا انسان کی صورت میں ایسی مخلوق پیدا کی جا رہی ہے جو زمین پر فساد برپا کرے گی؟ اور دوسرا سوال یہ کہ ہم تسبیح و تمجید اور لقدریں تو کر رہے تھے پھر انسان کی تخلیق کا کیا مقصد ہے؟^(۱)۔

مذکورہ سوالات کے جواب میں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وہ صراحةً کے ساتھ قرآن میں موجود ہے کہ تخلیق انسانی کا مقصد اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور اس کا علم فرشتوں کو نہیں ہے لیکن قرآن مجید میں ان سوالوں کو ذکر کر کے دو باتیں واضح کی گئیں:

- ۱۔ یہ کہ انسانوں کی شیطانی خواہشات کی بنا پر ان کے مابین فساد اور عداوت تینی امر ہے۔
- ۲۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں جیسی پاکیزہ مخلوق کی زبان سے یہ ظاہر کر دیا کہ انسان کی تخلیق کا مقصد محض اللہ کی رسمی عبادت نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد اللہ کی غلامی، عبدیت اور فرمانبرداری کی بنیاد پر بنی آدم کے باہمی تعلقات کو درست رکھنا ہے۔

انسانوں کے باہمی تعلقات دو طرح سے وجود پذیر ہوتے ہیں:

- ۱۔ خاندان کی صورت میں۔
- ۲۔ معاشرے کی صورت میں۔

خاندانی تعلقات مردوں عورت کے مابین رشتہ ازدواج سے وجود میں آتے ہیں اور پھر وہ رشتہ بچوں کی پیدائش کے بعد والدین کی شکل اختیار کر کے خاندانی نظام کا سر عنوان بن جاتا ہے گویا کہ اور خاندان کی بنیاد رشتہ ازدواج اور رشتہ ولادت پر ہے۔ ان میں سے رشتہ ولادت خالص ایک غیر اختیاری اور فطری معاهدہ کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ جس میں والدین کی بے مثال خدمات سرفہرست ہیں۔ پھر اس کے نتیجے میں اولاد بہن، بھائی، چچا پھوپھی اور باقی رشتہ داروں کی ذمہ داریاں عمل میں آتی ہیں۔ جن کی وجہ سے پورا خاندان اطمینان و سکون کا گھوارہ بن جاتا ہے اور خاندان کی تمام اطراف سے مخلصانہ تعلقات، حقوق و فرائض اور خدمات کے کئی سلسلے چل لکتے ہیں اور نسل در نسل چلتے رہتے ہیں۔

اس کے بر عکس معاشرتی روابط کا تعلق گھر سے باہر کی زندگی کے ساتھ ہے۔ جس کا دار و مدار زراعت، صنعت، تجارت اور ملازمت کے سیاسی و معاشری اداروں اور ان کے اجتماعی لفظ پر ہے۔ جہاں پر اشیاء اور خدمات کا تبادلہ اختیاری معاهدات اور باہمی معawضات کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ اس بحث سے معاشرتی اور خاندانی تعلقات کے درمیان کئی فرق ہمارے سامنے آتے ہیں۔

- ۱۔ پہلا فرق یہ کہ خاندانی تعلق کی پشت پر بالعموم موروٹی فطری اور غیر ارادی رشتہ موجود ہے جس کے لوازمات کا تعین بچے کی پیدائش سے اپنے آپ ہو جاتا ہے اور فطری تقاضے کے تحت دنیا کا ہر

قانون اور خاص طور اسلامی قانون اسے تسلیم کرتا ہے۔ جبکہ غیر خاندانی تعلقات عموماً ایسے معاهدات کی بنیاد پر قائم ہوتے ہیں جنہیں انفرادی یا اجتماعی سطح پر اپنے اختیار سے وجود میں لا جاتا ہے اور ان کی شرائط اور حدود و قیود کا تعین بھی کیا جاتا ہے۔

۲۔ دوسرا فرق یہ کہ خاندانی نظام کے تحت عموماً اشیاء و خدمات کا تبادلہ بلا معاوضہ ہوتا ہے۔ خواہ وہ تبادلہ بلا واسطہ ہو یا با واسطہ۔ اور معاشرتی نظام میں عمومی طور پر اشیاء و خدمات کی براہ راست خرید و فروخت ہوتی ہے اور مختلف پیانوں اور میز انوں کے ذریعے قیمت کا تعین ہوتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ معاشرتی نظام محض خود غرضی اور مادی مقاصد پر قائم ہوتا ہے۔ بلکہ بنیادی اصول یہ کہ دونوں نظاموں میں اخلاص، عدل اور مکمل خیر خواہی کا وجود از حد ضروری ہے البتہ مذکورہ فرق کا تعلق ظاہری پیانوں کے اعتبار سے ہے کہ خاندانی سطح پر خدمات کا تبادلہ کسی عوض کے حصول کے لئے نہیں ہوتا بلکہ فطری تعلق کی بناء پر ہوتا ہے۔ مگر معاشرتی سطح پر جو شخص اخلاص کے ساتھ اور ایک معاهدہ کے تحت کوئی خدمت انجام دیتا ہے تو اسے یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ اپنی خدمت اور محنت کا ظاہری معاوضہ بھی وصول کرے۔

۳۔ تیسرا فرق یہ کہ خاندانی تعلقات فطری لحاظ سے مستقل ہوتے ہیں۔ ان رشتتوں میں تبدیلی پیدا کرنا ممکن نہیں ہے۔ نزد کی اور دوری ان پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ باپ ہمیشہ باپ اور پیٹا ہمیشہ پیٹا رہتا ہے خواہ جتنی دوری اختیار کر لے جائے۔ لیکن معاشرتی روابط غیر مستقل ہوتے ہیں۔ ان کے لین دین اور شرآکت داری میں آئے دن تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔

اس حوالے سے میاں بیوی کا رشتہ ظاہر اگرچہ ایک اختیاری معاهدہ کے تحت معرض وجود میں آتا ہے اور انسانی تقاضوں کی وجہ سے طلاق و فرقہ کی شکل میں اس تعلق میں کراہت کے ساتھ انقطاع اور تبدیلی کو جائز کہا گیا ہے لیکن حقیقت میں یہ رشتہ قربت داری کی بنیاد اور خاندانی نظام کی خشت اول ہے۔ اسی کی وجہ سے والدین، اولاد اور بہن بھائیوں کے تمام تعلقات پیدا ہوتے ہیں اور اس کے انقطاع سے باقی رشتے متاثر ہوتے ہیں اور انسانی فطرت اس کے انقطاع کو ناپسند کرتی ہے۔ اس لئے اسلام میں مجموعی طور پر ازدواجی رشتہ کو بھی رشتہ ولادت کی طرح کا تقدس دیا گیا ہے۔ حرمت مصاہرات اور احکام میراث اس کے اہم پہلو ہیں اور نفقة کے احکام میں تو اسے باقی تمام رشتتوں پر فضیلت و فوقيت دی گئی ہے۔

خاندانی اور معاشرتی اداروں کے مذکورہ فرق کے پیش نظر اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا کہ ازدواجی اور خاندانی تعلقات کو سرمایہ دارانہ ذہنیت سے ناپا تو لا جائے یا ان کی خدمات کی خرید و فروخت کی جائے۔ اور یہی فطرت انسانی کا تقاضا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بچے کو ماں کے دودھ یا ماں کی تربیت کا مقابل دیا جائے تو اس کی صحت اور اس کے مزان میں فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر حادثاتی طور پر کوئی بچہ ان چیزوں سے محروم ہو جائے تو اسے خاندان کے اندر رکھتے ہوئے اس محرومی کا بہتر علاج ممکن ہوتا ہے لیکن جان بوجھ کر پورے معاشرے کو خاندانی خدمات اور اعلیٰ اقدار سے محروم کرنائی نسل کے اجتماعی فساد کا موجب ہے۔ جدید تہذیب میں جس کا واضح مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔

اسلامی نظام حیات میں ضرورت مند افراد کے اخراجات کی ذمہ داری خاندانی اور معاشرتی دو مختلف شعبوں میں منقسم ہوتی ہے، ایک کنبے کا سرپرست اپنے اہل و عیال اور حاجت مند اہل قرابت کی بنیادی ضروریات کا ذمہ دار ہوتا ہے جبکہ معاشرے کے دوسرے ضرورت مند افراد کے اخراجات کی ذمہ داری ارباب اقتدار پر عائد کی جاتی ہے۔ ان دونوں میں سے اول الذکر ذمہ داری اسلام کا قانون نفقة ہے جس کا تعلق انسان کی خاندانی اور عائلي زندگی سے ہے۔

نفقة کے لغوی معنی فنا ہو جانے اور مٹ جانے کے ہیں۔

جیسا کہ کہا جاتا ہے: "نفق مالہ و درهمہ و طعامہ" ای نفڈ و فنی و ذہب^(۱)

ترجمہ: اس کامال ثبت ہو گیا، مٹ گیا اور اس کے قبضہ سے نکل گیا۔

اس حوالہ سے اس لفظ کی نسبت مال کی طرف ہو تو مال خرچ کرنے کے معانی لیے جاتے ہیں۔

قرآن حکیم میں ہے: ﴿وَأَنْفُقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُم﴾^(۲)

ترجمہ: جو ہم نے تھیں رزق دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرو۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ((آعظُمُهَا أجرًا الَّذِي أَنْفَقَتْهُ عَلَى أَهْلِكَ))^(۳)

ترجمہ: سب سے بڑا اثواب اس میں ہے جو تم اپنے گھر والوں پر خرچ کرتے ہو۔

دوسرے مقام پر رسول اللہ ﷺ فرمایا: ((أَفْضَلُ الدِّينَارِ يَنْفَقُهُ الرَّجُلُ عَلَى عِيَالِهِ))^(۴)

ترجمہ: جو رقم ایک شخص اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے وہ رقم زیادہ فضیلت کی حامل ہے۔

لفظ نفقة اسی مادہ سے اسم مصدر ہے، اس کی جمع نفقات، نفاق اور انفاق آتی ہیں^(۵)۔

اس کا فقہی اصطلاحی مفہوم یوں بیان کیا گیا ہے:

۱۔ محمد شریبی خطیب لکھتے ہیں: "هوا لا خرخ ولا يستعمل إلا في الخير" ^(۷)

ترجمہ: اس سے مراد بھائی کے راستے میں خرچ کرنا ہے۔

۲۔ علامہ ابن ہمام فقہ کی وضاحت یوں کرتے ہیں: "الإدراز على الشيء بما به بقائه" ^(۸)

ترجمہ: جن چیزوں پر زندگی کی بقاء کا مدار ہو وہ چیزیں مسلسل مہیا کرنا۔

۳۔ حنبلي فقہ کے امام ابراہیم بن محمد بن سالم بن ضویان لکھتے ہیں:

"ما يجب على الإنسان من النفقة بالنكاح والقرابة والمملوك" ^(۹)

ترجمہ: نفقة سے مراد وہ اخراجات ہیں جو ایک انسان پر نکاح، قرابت داری یا ملکیت کی وجہ سے واجب ہوتے ہیں۔

۴۔ شیخ محمد بن حسن بنانی مالکی فقہ کی تعریف کرتے ہیں:

"النفقة ما به قوام معتاد حال الآدمي دون سرف" ^(۱۰)

ترجمہ: ایک انسان عمومی عادت کے مطابق اور فضول خرچی کے بغیر ان چیزوں کا خرچ اٹھائے جن پر انسانی زندگی کا انحصار ہو۔

۵۔ علامہ منصور بن یونس بہوتی رقم طراز ہیں:

"کفایة من يمونه خبزاً وإداماً وكسوة ومسكناً وتوابعها" ^(۱۱)

ترجمہ: زیر کفالت لوگوں کو خوراک، لباس، رہائش اور ذیلی اشیاء اتنی فراہم کی جائیں جو ان کے لیے کافی ہوں۔

۶۔ سعودی عرب کے قانون ساز ادارہ، "ادارة البحوث العلمية" کے رکن صالح بن فوزان اس

تعریف کو عرف و عادة کی قید کے اضافہ کے ساتھ زیادہ جامعیت سے یوں پیش کرتے ہیں:

"کفایة من يمونه بالمعروف قوتا وكسوة ومسكنا وتوا بها" ^(۱۲)

ترجمہ: زیر کفالت افراد کو عرف کے مطابق خوراک، لباس، رہائش اور اس کی ذیل اشیاء اس طرح مہیا کی جائیں کہ ان کے لیے کافی ہوں۔

ان تمام تعریفوں کی مدد سے شرعی نفقة کی درج ذیل خصوصیات سامنے آتی ہیں:

i. ایک شخص دوسرے شخص کا خرچہ مسلسل اٹھائے۔

اس خرچے میں اس دوسرے شخص کی وہ تمام ضروریات شامل ہوں جن پر اس کی زندگی کا انحصار ہو۔

یہ خرچے صرف ان لوگوں کا برداشت کیا جاتا ہے جو نکاح، قرابت داری یا ملکیت اور ماتحتی کی وجہ سے کسی کی کفالت میں آتے ہوں۔

ii. یہ خرچے ان کی ضروریات کے لیے مناسب اور کافی ہو۔

iii. یہ خرچے عرف عام کے مطابق ہو۔

iv. اس خرچے میں بھلائی کے کام شامل ہوتے ہیں نہ کہ خلاف شرع اور فضول اخراجات (۱۳) ان حقوق کو مد نظر رکھتے ہوئے نفقة کی جامع تعریف یوں کی جا سکتی ہے:

”ایک ذمہ دار فرد اپنے زیر کفالت افراد کو ان کی ضروریات زندگی کا خرچہ ذاتی طور پر اور عرف عام کے مطابق اس طرح مہیا کرے کہ وہ ان کے لیے مناسب، کافی ہو اور شرعی احکام کے مطابق ہو۔“

اس جامع تعریف میں مذکورہ بالا خصوصیات نفقة کے علاوہ ایک نئی خصوصیت یہ شامل کی گئی ہے کہ نفقة ذاتی اور خاندانی طور پر ادا کیا جاتا ہے نہ کہ اجتماعی طور پر۔

اس سے نفقة اور انفاق کے درمیان کئی فرق واضح ہوتے ہیں:

v. نفقة انفراڈی طور پر صرف اپنے اہل و عیال اور زیر کفالت افراد سے مخصوص ہے اس لیے اس کفالت خاصہ کہا جاتا ہے۔ انفاق فی سبیل اللہ میں اس کے برعکس اجتماعی اموال کے ذریعے

معاشرے کے ضرور تمندوں کی کفالت کی جاتی ہے اس کا دوسرا نام کفالت عامہ ہے (۱۴)۔

iv. نفقة میں اپنی حیثیت کے دائرے میں رہتے ہوئے مکمل کفالت کی جاتی ہے۔ انفاق فی سبیل اللہ میں کسی کی کفالت میں اپنا مخصوص حصہ شامل کیا جاتا ہے۔ جیسے زکوٰۃ دینے والا کسی مسکین کی کفالت کا ذمہ نہیں اٹھاتا بلکہ اپنی آمدی کا محض مخصوص حصہ سرکاری بیت المال میں جمع کرانے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

iii. نفقة میں ایک فرد کسی مستحق کی ضروریات کا مسلسل ذمہ دار ہتا ہے تا آنکہ کسی وجہ سے اس کی ذمہ داری کا اختتام ہو جائے لیکن انفاق فی سبیل اللہ میں ایک فرد اپنا حصہ جمع کر کے اپنے فرض سے سبد و شہ ہو جاتا۔

iv. نفقة ایک شخص پر اس کی مالی استطاعت کے مطابق ہر حال میں واجب ہوتا ہے خواہ وہ خوش حال ہو یا تنگ دست۔ اس لیے عرف کے مطابق امیر اور غریب کے نفقة کی ذمہ داری میں فرق پایا جاتا ہے جبکہ انفاق فی سبیل اللہ صدقات واجبه کی صورت میں صرف صاحب نصاب پر فرض ہوتا ہے۔

v. نفقة کی مقدار اپنے وقت اور حالات کے ساتھ بدل جاتی ہے اس میں زیر کفالات افراد کی ضروریات و حاجات ان کی معاشری سطح کے مطابق پوری کی جاتی ہیں اس کے بر عکس زکوٰۃ، عشر، خمس اور دیگر صدقات واجبه میں اپنے مال کی ایک خاص شرح ادا کی جاتی ہے^(۱۵)۔

vi. اسلام کے نظام نفقة میں اہل و عیال اور حاجت مند اہل قرابت کی پیدائش سے لے کر وفات تک کی تمام بنیادی ضروریات شامل ہیں جن کی کیفیت و کیت مختلف اوقات و احوال میں تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ اسلامی قانون نفقة میں ان تمام احوال کو زیر بحث لا یا گیا ہے۔

نفقة بیوی:

قانون نفقة کے دو اہم حصے ہیں: نفقة بیوی اور نفقة اقارب۔ اس لئے دونوں کے مختلف فطری احوال کی وجہ سے وجوب نفقة کے اسباب، شرائط، قواعد و ضوابط، نفقة کی مقدار اور اس کے دائرہ کار میں دونوں کا فرق ہے۔ بیوی کے نفقة کی ذمہ داری اس کے شوہر پر ڈالی گئی ہے جو نکاح اور بیوی کی رخصتی سے لے کر دونوں کی جدائی کی عدت یا دونوں میں سے کسی کی وفات تک جاری رہتی ہے اور بیوی کے مالدار ہونے کے باوجود بھی قائم رہتی ہے۔ بیوی کا نفقة میاں بیوی دونوں کے معاشرتی معیار کے مطابق جبکہ اقارب کا نفقة بوقت ضرورت اور بلقدر کلفایت واجب ہوتا ہے۔

اسلام نے واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مرد و عورت کی حیثیت سے جوڑے کی شکل میں تخلیق کیا ہے۔ یعنی انسان کی یہ دونوں اصناف و اجناس اپنی زندگی کے قیام کے لئے برابر طور پر ایک

دوسرے کی محتاج ہیں۔ اس لئے میاں بیوی کی ازدواجی زندگی کا آغاز دونوں کے باہمی رضامندانہ معاهدہ سے ہوتا ہے جسے نکاح کا نام دیا گیا ہے۔

نکاح کے ذریعے دونوں کے مابین ایسے مشترکہ منافع اور حقوق و فرائض قائم ہوتے ہیں جو ایک دوسرے کا بدل ہیں اور دونوں کی فطری ساخت کے مطابق ہیں کہ شوہر پر بیرون خانہ اور بیوی پر اندر وون خانہ کی ذمہ داریاں عائد ہو جاتی ہیں اور مرد کسب معاش سے بیوی کا نفقة ادا کرتا ہے۔ اس لئے بیوی کا نفقة کسی ضرورت مند کی مدد اور تعاون کی حیثیت نہیں رکھتا بلکہ اسلامی تعلیمات کے مطابق ”نفقة“ بیوی کا وہ حق منصبی ہے جو ایک فریضہ کے طور پر مرد کی طرف سے ادا کیا جاتا ہے۔

امام کا سانحہ فرماتے ہیں:

"إِنَّ الْمَرْأَةَ مُحْبُوْسَةَ بِحِسْبِ النِّكَاحِ حَقًا لِلزَّوْجِ، مَمْنُوعَةٌ مِّنَ الْاِكْتِسَابِ"

بحقه فکان نفع حبسها عائد إلیه فکانت كفایتها عليه" (۱۴)

ترجمہ: بیوی نکاح کی وجہ سے شوہر کے حقوق کی ادائیگی کے لئے پابند ہے، اس کے لئے ایسا کسب معاش ممنوع ہے جس سے شوہر کے حقوق تلف ہوں اور اس کی اس پابندی سے شوہر فائدہ اٹھاتا ہے اس لئے بیوی کی مالی کفالت شوہر پر لازم آتی ہے۔

معروف فقیہ مصطفیٰ احمد زرقا لکھتے ہیں:

"والزوج علاوة على ما يثبت به من حل الاستمتاع بين الزوجين، ينشئ

حقوقاً ووجائب متناسبة بينهما من مالية وأسرية؛ منها نفقة الزوجة" (۱۵)

ترجمہ: نکاح اور شادی کے ذریعے زوجین کے درمیان [مشترکہ] منافع کی حلت کے علاوہ، ایسے حقوق و فرائض قائم ہوتے ہیں جو دونوں کے مابین ایک دوسرے کے بدلتے میں ہیں، وہ حقوق و فرائض مال اور خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور نفقة انہیں میں ایک ہے۔

الله تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أَلَّا جَاءَ قَوْمٌ مَّنْ عَلَى النِّسَاءِ إِيمَانَهُمْ أَعْظَمَ اللَّهَ بِعَهْدِهِمْ عَلَى بَعْضٍ وَّبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ﴾ (۱۶)

ترجمہ: مرد عورتوں کے نگران ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس لیے مرد اپنے اموال ان پر خرچ کرتے ہیں۔

اس آیت میں مردوں کو قوام کہا گیا ہے جس کے معنی نگران اور محافظہ کے ہیں^(۱۹)۔ قرآن مجید میں اس لفظ کا مادہ دین اور نماز کے مکمل نظام کے قیام کی مناسبت سے بھی ذکر کیا گیا ہے^(۲۰)۔ جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ گھر بیو اور خاندانی نظام کے قیام کے لیے مردوں پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی ہے کہ وہ اپنی بیویوں کے تمام ضروری اخراجات اس طرح برداشت کریں کہ ان کی زندگی کو مکمل طور پر تحفظ حاصل ہو جائے۔ اس طرح خاندانی نظام کے بقاء و استحکام کے نقطہ نظر سے مرد کو عورت پر سر برداہ کی حیثیت دی گئی ہے اور عالیٰ قوانین کی بنیاد اسی بات پر رکھی گئی ہے۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر کی حیثیت سے صحیح بخاری کی درج ذیل حدیث زیادہ اہمیت رکھتی ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ الْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ
وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِي أَهْلِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتٍ
زَوْجَهَا وَمَسْئُولَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا))^(۲۱)

ترجمہ: تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور وہ اپنی نگرانی کے بارے میں جواب دہ ہو گا، پس حکمران اپنی رعایا کا نگران ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق پوچھا جائے گا، اسی طرح مرد اپنے اہل و عیال کا نگران ہے اور وہ بھی اس سلسلے میں جواب دہ ہو گا اور بیوی بھی اپنے شوہر کے گھر کی ذمہ دار ہے اس سے بھی اس کی ذمہ داری کے متعلق پوچھا جائے گا۔

اس حدیث سے مرد کے لیے گھر بیو نظام کی دیکھ بھال اور ذمہ داری کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی واضح ہو رہی ہے کہ اگر وہ اپنی ذمہ داری میں کوتاہی کا مرکتب ہو گا تو اس کے خلاف بیوی کو شکایت کرنے کا اور مقتدر قوتوں کو سوال کرنے اور سزادینے کا حق حاصل ہو گا اور آخر وی حوالے سے بھی اس کی کوتاہی کو گناہ قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمان نبوی ہے:

((كَفَىٰ بِالْمُرْءِ إِثْمًا أَنْ يَخْسِسَ، عَمَّنْ يَمْلِكُ فُوتَهُ))^(۲۲)

ترجمہ: ایک شخص کے گناہ گار ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے زیر کفالت لوگوں کا نفقة ادا نہ کرے۔

بیویوں کی ذمہ داری کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَالصَّلِحُتْ قِبْلَتْ لِعَيْبِ بِهَا حَفَظَ اللَّهُ وَالَّتِي تَحْاْفُونَ لُشْوَرَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ﴾

﴿وَاهْجِرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ قَائِنَ أَطْعَنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَنِيهِنَّ سَبِيلًا﴾^(۲۳)

ترجمہ: نیک بیویاں وہ بیویاں جو فرمابردار ہوں اور شوہر کی عدم موجودگی میں اللہ کے محفوظ کردہ امور کی حفاظت کرنے والی ہوں اور جن عورتوں کی سرتاسری کا تمہیں اندیشہ ہو انبیاء، ان سے اپنی آرام گاہیں الگ کرو اور انہیں ضرب لگاہ، جب وہ دوبارہ تمہاری فرمابرداری اختیار کر لیں تو تمہیں ان کے خلاف کسی قسم کی کارروائی کی اجازت نہیں ہے۔

اس آیت مبارکہ میں ازدواجی زندگی کے بہت سے احکام کو اجمالی اور اصولی انداز بیان میں سمودیا گیا ہے، اس میں بیوی کو اپنے شوہر کی ایسی نافرمانی سے منع کیا گیا ہے جس سے دین، خاندان اور شوہر کے حقوق متاثر ہوں اور اس بنا پر شوہر کو اصلاحی اختیارات دے کر یہ حکم دیا گیا کہ وہ بغاوت اور کھلے معاصی کی صورت میں از خود معمولی سرزنش کا اختیار رکھتا ہے لیکن جب بیوی اللہ کی اطاعت گزار اور شوہر کی فرمابردار ہو تو اس سے نا انسانی اور زیادتی کرننا ظلم اور قابل گرفت ہے۔

معلوم ہوا اسلامی تعلیمات کے مطابق میاں بیوی دونوں کے فرائض کا تعین کر کے شوہر کو گھر بیوی جملہ امور میں اللہ کے احکام کی حفاظت کے لئے نگران مقرر کیا گیا ہے۔ یہ اضافی ذمہ داری در حقیقت مرد کے کندھوں پر اللہ تعالیٰ کی لامانت کا بوجھ ہے تاکہ مرد زیادہ احساس ذمہ داری کا ثبوت دیتے ہوئے بیوی کی شخصی آزادی کا مکمل خیال رکھے، یک طرفہ طور پر اپنی خواہشات اس پر مسلط نہ کرے بلکہ اپنے اور بیوی کے حقوق کی تکمیل میں اصلاحی کردار ادا کرے تاکہ گھر بیوی امور میں دونوں کی تیکھی سے ایک نہایت پر سکون ماحول پیدا ہو، دونوں ہر قسم کی غیر اخلاقی و بائیگی اور بے راہ روی سے محفوظ رہیں، ان کی سرپرستی میں تربیت پا کر صالح نسل پر دان چڑھے۔

اس پس منظر میں فقهاء اسلام نے بیوی کے نفقة کا سبب، شرائط اور اس کے قواعد و ضوابط منضبط کئے ہیں، شوہر اور بیوی دونوں کی وجہ سے پیدا ہونے والے مختلف احوال میں نفقة کے احکام بیان کئے ہیں، مثلاً شوہر اور بیوی کی کم سنی، بیماری، عدم موجودگی، ان کا غیر مسلم ہونا، بیوی کی نافرمانی یا اس کی عدت کی مختلف صورتیں، بیوی کی طرف سے شوہر کو نفقة کی ذمہ داری سے بری کرنا، بیوی کا سابقہ نفقة اور اس طرح

کی کئی اور صورتیں جن میں سے بعض میں نفقة کے وجوب کا اور بعض صورتوں میں عدم و جوب کا حکم دیا گیا ہے۔ اور انہیں احکام میں فقهاء کی آراء میں اختلاف بھی پیدا ہوا ہے۔ یہ تمام تفصیلات کتب فقہ میں موجود ہیں۔

نفقہ اوتارب:

- اقارب کا نفقة بھی یہوی کے نفقة کی طرح کتاب و سنت کی روشنی میں بالاتفاق تمام فقہی مکاتب کے قوانین کے مطابق واجب ہے۔ البتہ اقارب کے دائرہ کار میں فقهاء اسلام کی چھ مختلف آراء موجود ہیں:
- i. فقہائے مالکیہ کے نزدیک یہوی کے نفقة کے علاوہ، اولاد کا نفقة والد پر اور والدین کا نفقة اولاد پر واجب ہے۔ اس کے علاوہ کسی قرابت دار کا نفقة واجب نہیں۔
 - ii. شوافع کہتے ہیں کہ اصولی اور فروعی اقارب کا نفقة ضروری ہے۔ ان کے علاوہ کسی کا نفقة واجب نہیں ہے۔
 - iii. امام اوزاعیؓ کا موقف ہے کہ ہر ضرورت مندرجہ ذریعہ دار کا نفقة ادا کرنا اس کے صرف قربی مذکور عصبه کی ذمہ داری ہے۔
 - iv. حنبلہ کے ہاں غیر عمودی ذوی الارحام کے علاوہ باقی تمام اقارب کا نفقة لازم ہے۔
 - v. پانچوال قول احناف کا ہے کہ ہر نادر رشتہ دار کا نفقة اس کے قربی محرم رشتہ داروں پر واجب ہے، غیر محرم اقارب کا نفقة واجب نہیں۔
 - vi. چھٹا مذہب امام ابن حزم کا ہے، امام ابن تیمیہؓ اور ابن قیمؓ بھی اسی کو ترجیح دیتے ہیں کہ نفقة کی ذمہ داری سے کوئی رشتہ دار بھی مستثنی نہیں ہے بلکہ تمام اقارب جس طرح میراث کے مستحق ہیں اسی طرح وہ باہم ایک دوسرے کے نفقات کے ذمہ دار بھی ہیں۔
 - vii. فقہائے کرام کی مذکورہ چھ آراء کا خلاصہ یہ کہ تمام مذاہب نفقة اقارب پر متفق ہیں مگر ان میں سے ابتدائی پانچوال مذاہب نے اپنے مخصوص رجحان اور مخصوص دلائل کی بناء پر بعض اقارب کو نفقة کی ذمہ داری سے مستثنی قرار دیا ہے۔ جیسا کہ شوافع نے غیر عمودی اقارب، اوزاعیہ نے غیر عصبات، حنبلہ نے غیر عمودی ذوی الارحام اور حفیہ نے غیر محرم اقارب کے نفقة کے عدم و جوب کا قول اختیار کیا ہے۔

جبکہ ظاہر یہ کسی ذی قرابت کو خارج کئے بغیر تمام اقارب کو درجہ بدرجہ نفقة کا مستحق قرار دیتے ہیں۔ کتاب و سنت، صحابہ کرامؐ کے عمومی رجحان اور مقاصد شرعیہ کے پیش نظر آخری قول قابل ترجیح معلوم ہوتا ہے، اس لحاظ سے درج ذیل دلائل قابل ذکر ہیں:

۱۔ آیت مبارکہ ہے، ﴿ وَعَلَى الْمُؤْلُودَةِ رِزْقُهُنَّ وَكَسْوَةُهُنَّ بِالْمَغْرُوفِ لَا تُكَلُّفَ نَفَقَهُ إِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَارَّ وَالِّدَةُ يُولَدِهَا وَلَا مُؤْلُودُهُ يُوَلِّهُ ﴾ (۲۳)

ترجمہ: بچوں کے باپ پر لازم ہے کہ وہ بچوں کی ماں کو معروف طریقے کے مطابق ان کا کھانا اور ان کا بس فراہم کرے، کسی انسان پر اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری نہیں ڈالی جاتی، بچے کی وجہ سے اس کی ماں اور اس کے باپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی جائے اور باپ کی عدم موجودگی میں بچے کی ذمہ داری اس طرح ان کے وارث پر ہوگی۔

اس آیت میں پہلے یہ بتایا گیا کہ بچے کی وجہ سے اس کی ماں کا نفقة واجب ہے۔ اس کے بعد یہ حکم دیا گیا کہ بچے کی وجہ سے اس کے والدین ایک دوسرے کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائیں۔ آخر میں یہ بات ارشاد فرمائی گئی کہ بچے کے باپ کی عدم موجودگی میں ان کے والدین کے وارث پر اسی طرح کی ذمہ داری ہوگی۔

۲۔ اسی طرح اللہ کا فرمان ہے:

﴿ وَاتِّذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُهُ وَالْمِسْكِينُونَ وَابْنُ السَّبِيلِ ﴾ (۲۵)

ترجمہ: اپنے رشتہ دار کا حق ادا کرو اور ہر محتاج اور مسافر کا بھی۔

اس آیت کا پہلی منظر یہ ہے کہ اس سے پہلی والی آیات میں نہایت اہتمام سے والدین کے حقوق بیان کئے گئے ہیں۔ اس کے بعد اس مقام پر والدین اور مسکینین کے حقوق کے درمیان اقارب کے حقوق کی ادائیگی کا حکم موجود ہے جبکہ اولاد کا عیحدہ تذکرہ نہیں کیا گیا بلکہ اقارب کے ذکر میں اولاد کا ذکر بھی شامل ہے۔ اب یہ بات بھی تو مسلم ہے کہ والدین اور اولاد کا نفقة واجب ہے، ان کو زکوٰۃ بھی نہیں دی جاسکتی جبکہ عام مسکینین اجتماعی نظم کے تحت زکوٰۃ حاصل کرتے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں اقارب کے حقوق کو اولاد کے ساتھ ملا کرو اور عام مسکینین سے عیحدہ بیان کر کے یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ ان کا یہ حق ہے کہ انہیں عام مسکینین کی حیثیت نہ دی جائے بلکہ اولاد کی طرح انہیں نفقة مہیا کیا جائے۔ اس لئے فقهاء نے اس آیت سے اقارب کا نفقة ثابت کیا ہے۔^(۲۶)

۳۔ احکام میراث اور احکام نفقات کو ان کے پس منظر کے تحت دیکھا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ ہجرت مدینہ کے بعد مہاجرین و انصار کے درمیان مواغات کا معاهدہ طے ہوا جس کے تحت ہر مہاجر اور ہر انصاری کو ایک دوسرے کی میراث کا حق دار بنایا گیا اور پھر یہ حکم منسوخ کر کے یہ فیصلہ صادر کیا گیا (۲۷)۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلِكُلٍ جَعَلْنَا مَوَالِيٍ مَنْتَرَكَ الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبُونَ﴾ (۲۸)

ترجمہ: ہم نے والدین اور قرابت داروں کی جانبیہ ادا کا حق دار ان کے رشتہ داروں کو بنادیا ہے۔ اور دوسری جگہ فرمایا گیا (۲۹)

﴿وَأُولُو الْأَزْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِي كِتْبِ اللَّهِ﴾ (۳۰)

ترجمہ: قرابت دار ہی ایک دوسرے کے سب سے زیادہ تعلق دار ہیں۔

مذکورہ سبب نزول سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جس طرح اس آیت کے نزول سے قبل مسلمانوں کی نصرت اور وراثت کا حکم مواغات کے معاهدہ سے متعلق تھا اسی طرح اس آیت کے نزول کے بعد اس نصرت اور وراثت کا حکم رشتہ داروں سے مخصوص ہو گیا اور مذکورہ آیت کا لفظ ”اولی“ یہ ثابت کرتا ہے کہ اب نصرت اور میراث کے حوالے سے مسلمان قرابت داروں کا باہمی گہرا تعلق تسلیم کر لیا گیا ہے جس کی بناء پر انصار اور مہاجرین کی طرح ہر مسلمان قرابت دار اپنے دوسرے قرابت دار کی موت سے پہلے اس کا مدد گار اور موت کے بعد اس کی میراث کا حق دار قرار پایا ہے۔

ڈاکٹر زحلی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”ان رابطة القرابة في الدم والنسب تكون سببا للتوراث والتناصر“ (۳۱)

ترجمہ: خونی اور نسبی تعلق کو میراث اور مدد کا مستحق بنادیا گیا۔

۴۔ نفقہ اقارب کی ایک اہم دلیل یہ آیت مبارکہ ہے:

﴿الَّذِينَ يَنْفُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيقَاتِهِ، وَيَقْطَعُونَ مَا أَمْرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُؤْصَلَ

وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ﴾ (۳۲)

ترجمہ: وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے پاک عہد کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں، اور جن تعلقات کو اللہ نے جوڑ نے کا حکم دیا ہے انہیں توڑتے ہیں اور زمین پر فساد برپا کرتے ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ رشتہ داروں سے تعلقات جوڑنے کا حکم دیتے ہیں۔ لیکن کفار اللہ کے حکم کے خلاف ان تعلقات کو توڑ دیتے ہیں۔ معلوم ہوا قطع رحمی کفار کی بدترین صفت ہے جس کی وجہ سے اللہ کی زمین پر فساد برپا ہوتا ہے۔ اور اسے اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتے ہیں جیسا کہ ایک حدیث میں ہے۔ ((لا يدخل الجنة قاطع))^(۳۳) ترجمہ: رشتہوں کو توڑنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔

اسی ضمن میں صحیح حدیث ہے ”تم خرچ کا آغاز اپنی ذات سے کرو، اس سے جو نفع جائے تو وہ عیال پر خرچ کرو اور پھر جو بچے اس میں سے اپنے اقارب پر صرف کرو اور اس کے بعد بھی کچھ باقی ہو و عام ضرورت مندوں پر خرچ کرو^(۳۴)۔

اسی طرح یہ بھی فرمان نبوی ہے ((يوصيكم بالأقرب فالأقرب))^(۳۵) ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم درج بدرجہ اپنے اقارب کا نیال رکھو۔

ایسے یہ بھی حدیث مبارکہ ہے:

((وابدأ بِمَنْ تَعُولُ، أَمَّكَ وَأَبَاكَ، وَأُخْتَكَ وَأَخَاكَ، وَأَدْنَاكَ أَدْنَاكَ))^(۳۶)

ترجمہ: اپنے اہل و عیال سے نفقة کی ابتداء کرو لیعنی اپنے والدین، بھن بھائی اور اس کے بعد والوں اور پھر اس کے بعد والوں کا نفقة دو۔

۵۔ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کے متعلق یہ نقل کیا گیا "جاء يتيم إلى عمر رضي الله عنه

فقال إنفاق عليه، قال عمر: لولم أجد إلا أقصى عشيرته لفرضت عليهم"^(۳۷)

ترجمہ: حضرت عمر کے پاس ایک یتیم بچہ لا یا گیا اور آپ سے کہا گیا کہ آپ اس کا نفقة جاری کر دیں۔

آپ نے فرمایا اگر مجھے اس بچے کے کچھ دور کے رشتہ داروں کا بھی علم ہو گیا تو میں ان پر اس کا نفقة واجب کر دوں گا۔

۶۔ اسلامی احکام کا ایک بنیادی مقصد زیادہ سے زیادہ انسانی خیر خواہی کا حصول ہے اور یہ مقصد نفقة اقارب سے متعلقہ شرعی نصوص کے الفاظ کی دلالت سے بھی واضح ہو رہا ہے۔ مثال کے طور پر پہلی آیت کا حکم ﴿وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَلِك﴾^(۳۸) نگران مرد کی وفات کے بعد اس کے بچے اور اس کی بیوہ کو تحفظ دینے کے لئے وارد ہوا ہے۔ اب اگر وارثت کے اصول کو نفقة اقارب سے علیحدہ رکھا جائے اور نفقة اقارب میں

مکمل توسعی اختیار نہ کی جائے تو کسی نہ کسی صورت میں یتیموں اور بیواؤں کے حقوق ضرور سلب ہوں گے اس لئے تمام اقارب کا نفقہ تسلیم کرنے میں قرآنی مقصد کی تکمیل ہوتی ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے قطع رحمی کو منوع اور فساد فی الارض قرار دیا ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ قریبی رشته داروں کی طرح دور کے رشته دار اور ذوی الارحام بھی نفقہ کے حق دار ہیں اور جس نے ان کی بنیادی ضروریات جان بوجھ کر فراہم نہ کر کے انہیں موت یا ذلت آمیز حالات کے حوالے کر دیا وہ قطع رحمی کامرا نکب ہو گا۔ مقالہ ہذا میں فقهاء کرام کے تفصیلی دلائل کا موازنہ پیش کرنے کی کنجائش نہیں ہے۔ اس لئے آخری موقف کی ترجیح کے طور پر مذکورہ دلائل و قرائن کافی معلوم ہوتے ہیں۔

نفقہ اقارب کی بنیاد معاہدہ رضامندی پر نہیں بلکہ ان فطری تعلقات اور شتوں پر رکھی گئی ہے جنہیں انسان اپنی پیدائش کے ساتھ لے کر آتا ہے۔ نفقہ کی اس قانونی حیثیت سے اقارب کے مابین ایسے مشترکہ مالی منافع اور حقوق کا تعین ہوتا ہے جو وسیع تناظر میں ایک دوسرے کا بدل ہیں اور اقارب کے فطری احوال کے مطابق ہیں۔ اس کا مطلب یہ کہ اقارب کا نفقہ ایک خاندان کے باصلاحیت افراد کو کسب معاش پر آمادہ کر کے خاندان کے ہر فرد کے معاشرتی و قارکو بلند کرتا ہے پوری قوم میں اسراف و تبذیر کے رنجان کا خاتمہ کر کے قوی معیشت کے استحکام اور طبقتی تقسیم کے سدباب کا ذریعہ بتتا ہے۔

مذکورہ بالا حقیقت اقارب کے نفقہ کی وہ بنیادی فلاسفی ہے جس کی بنا پر فقہ اسلامی میں نفقہ اقارب کے سب، شرائط اور تمام قواعد و ضوابط کو مرتب کیا گیا ہے اور مختلف احوال میں اقارب کے نفقات کی توشیح کی گئی ہے۔ معلوم ہوا ”اسلامی قانون نفقہ“ اسلامی معاشرے کا ایک مرکزی ستون ہے جس کے تحت ایک کنبہ اور خاندان کے تمام افراد کے جملہ لوازمات زندگی کو تحفظ حاصل ہوتا ہے، ان کے گھر بیلو اور خاندانی فرائض و حقوق کا تعین ہوتا ہے اور اس کے ذریعے احترام آدمیت، حریت فکر و عمل، اخوت و ہمدردی، مساوات اور عدل جیسے اسلامی اصولوں کو اپنا کردار ادا کرنے کا موقع فراہم ہوتا ہے۔

حوالی و حوالہ جات

- (۱) سورة البقرة: ۳۰
- (۲) زبیدی، مرتفعی، تاج العروس من جواہر القاموس، دارالفکر، بیروت، ۱۹۹۳ء، ص: ۱۳؛ ۳۶۳؛ افریقی، ابن منظور، لسان العرب، نظر الدلیل الحوزی، قم، ایران، ۱۴۰۵ھ، ص: ۱۰/۱۱۵؛ وجدی، محمد فرید، دارکہ معارف القرن الاربع عشر دارالعرف، بیروت، طبع دوم، ۱۹۷۱ء، ص: ۱۰/۳۲۲
- (۳) سورۃ المناافقون: ۱۰
- (۴) امام مسلم، صحیح مسلم، بیع شرح منیۃ النعم، دارالسلام للنشر والتوزیع، ریاض، ۱۹۹۹ء، ص: ۲/۹۵
- (۵) اینما، ۹۳/۲
- (۶) لوکیں معلوم، المجد، دارالقرآن الکریم انتشارات اسماعیلیات، تہران، طبع ۲۳، ص: ۸۲۸؛ بدران ابوالعینین بدران، احکام الزدوان و الطلقان فی الاسلام، دارالمعارف، سکندریہ، طبع دوم، ۱۹۶۲ء، ص: ۲۰۸
- (۷) کوہجی، عبداللہ بن حسن، زاد المحتاج شرح منہاج الشوکن الدینیہ، قطرب، طبع اول، تاریخ طبع ندارد، ۳/۵۶۳
- (۸) ابن الہام، کمال الدین، شرح فتح القدير، مکتبہ رسیدیہ، کوئٹہ، ص: ۳/۱۹۳۔ نوٹ: عام طور پر اہل علم نے اسی اسلوب کو نمایاں کر کے اپنے اپنے انداز میں نفقہ کی تعریف کی ہے مثلاً عبد الرحمن جزیری کھتے ہیں کہ ایک شخص پر دوسرے شخص کی وہ ذمہ داری نفقہ کہلاتی ہے جو روئی، سالن، لباس، رہائش اور ذی اشیاء کی صورت میں ادا کی جاتی ہے (جزیری، عبد الرحمن کتاب الفقہ علی المذاہب الاربع، داراحیاء التراث العربي، بیروت، طبع هفتمن، ۱۹۸۶ء، ص: ۲/۵۵۳)۔ اس طرح پاکستان کے ایک فیصلہ میں نفقہ کو یوں واضح کیا گیا کہ کسی کی بہتری کے لیے اس کے وجود، تحفظ اور بقاء کو قائم رکھنے کے لیے اس کی خواراک، لباس، رہائش اور دیگر جسمانی اور ذہنی صحت کی ضروریات کا خرچہ برداشت کرنا۔
- (۹) ابراہیم بن محمد بن سالم بن خویان، منارالسبیل، المکتب الاسلامی، بیروت، طبع ششم، ۱۹۸۳ء، ص: ۲/۲۹۷
- (۱۰) بنانی، محمد حسین، فتح الربانی، دارالکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول، ۲۰۰۲ء، ۲/۳۷؛ محمد بن علیش، شرح منظہ الجلیل علی مختصر الکلیل، مکتبہ البخاری، طرابلس، ص: ۲/۳۳؛ محمد جعیج عبد اللہ، الکواکب الدرییہ فی فقهاء الکعبیہ، مکتبہ کلیات الازہریہ، قاہرہ، طبع پنجم، ۱۹۸۱ء، ص: ۱/۲۶۸
- (۱۱) بہوتی، منصور بن یونس، کشف الانتہاء عن متن الاقلیع، عالم الکتب، بیروت، ص: ۵/۳۵۹
- (۱۲) صالح بن فوزان بن عبد اللہ، المللخص الفقہی، دارابن الجوزی، دمام، طبع پنجم، ۱۹۹۶ء، ص: ۲/۳۵۶
- (۱۳) ڈاکٹر تنزیل الرحمن نفقہ کی ایک اور خصوصیت بیان کرتے ہوئے نفقہ کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ ایک شخص کا دوسرے شخص کی محنت کے معاوضہ میں اس کی ضروریات زندگی فراہم کرنا (ڈاکٹر تنزیل الرحمن، مجموعہ قوانین

اسلام، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، اشاعت دوم، ۱۹۶۵ء، ص: ۱ / ۳۰۔ یہ خصوصیت انہوں نے فقیہ عبد الرحمن جزیری کی طرف منسوب کی ہے۔ جبکہ جزیری کی تعریف میں یہ بات موجود نہیں ہے (دیکھئے: کتاب الفقہ، علی المذاہب اربعہ، دارالحیاء التراث العربي، بیروت، طبع ہفتہ، ۱۹۸۲ء، ص: ۳ / ۵۵۳) رقم کی معلومات کے مطابق کسی بھی محقق عالم نے یہ تید ذکر نہیں کی کیونکہ اس کا اطلاق والدین، اولاد اور اقارب کے نفقہ پر نہیں ہوتا۔ البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ خاندانی تعلقات میں معاوضہ حاصل کرنے کا مادہ پرستانہ تصور بطور متعدد کے موجود نہیں ہوتا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ یہوی کے نفقہ میں مخصوصہ خدمات کا تبادلہ آمنے اور بلا واسطہ طور پر موجود ہوتا ہے اور باقی قرابت داروں کے مابین خدمات کا تبادلہ بالواسطہ طور پر نسل در نسل جاری رہتا ہے۔

- (۱۲) غفاری، ڈاکٹر نور محمد، سرمایہ دارانہ نظام انشورنس اور اسلام کا نظام کفالت، ص: ۳۵
- (۱۳) اس کی مختصر وضاحت یہ کہ جمع پوچھی اور مال تجارت میں سالانہ اڑھائی فیصد، غیر بارانی اراضی کی ہر فصل پر پانچ فیصد، بارانی زمین کی ہر فصل میں دس فیصد اور مال غنیمت اور خزان میں میں فیصد صدقات واجب ہوتے ہیں مفہوم محمد شفیق، احکام زکوٰۃ، دارالاشاعت، کراچی، ۲۰۰۰ء، ص: ۲۲
- (۱۴) کاسانی، بدائع الصنائع، دارالكتب العربي، بیروت، طبع دوم، ۱۹۷۷ء، ص: ۳ / ۱۶
- (۱۵) زرقاع، المدخل في الفقہ العام، مطابع الفباء، الادیب، دمشق، طبع ۱۹۶۸ء، ص: ۲ / ۵۲۳
- (۱۶) سورۃ النساء: ۳۲
- (۱۷) مفسر قرآن علامہ محمود آلوی تحریر فرماتے ہیں ”الناظر علی الشئی والحافظ له“، آلوی، محمود، روح المعانی دارالكتب العلمیہ، بیروت، طبع اول، ۱۹۹۳ء، ص: ۳ / ۲۲
- (۱۸) الشوری: ۱۳
- (۱۹) بخاری، الجامع الصحيح، ص: ۳۸۷، حدیث نمبر ۲۳۰۹
- (۲۰) مسلم بن حجاج، الجامع الصحيح، بیع منیۃ المعم، ص: ۲ / ۹۵
- (۲۱) سورۃ النساء: ۳۳
- (۲۲) سورۃ البقرۃ: ۲۳۳
- (۲۳) سورۃ نبی اسرائیل: ۲۶
- (۲۴) ابن قیم، زاد المعاد، ص: ۵ / ۳۱۰۔ ایٹھوی، ملا جیون، تفسیر احمدیہ، مترجم: قادری محمد عادل خاں (قرآن کمپنی لمبیٹ، لاہور، ۱۹۷۸ء)، ص: ۲ / ۲۸۱
- (۲۵) بخاری، الصحيح الجامع، ص: ۳۶۶
- (۲۶) سورۃ النساء: ۳۳

- (٣١) طبری، جامع البیان، مصطفی البابی الخلی، واولاده، مصر، طبع دوم، ۱۹۵۳ء، ص: ۱۰ / ۵۲؛ پانی پتی، التفسیر المطہری، دارالکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول، ۷۲۰۰ء، ص: ۳ / ۲۲۳
- (٣٢) سورۃ الانفال: ٥
- (٣٣) ابو حیلی، التفسیر الوسیط، داراللّفکر، دمشق، طبع اول، ۲۰۰۱ء، ص: ۱ / ۸۲۷
- (٣٤) البرقة: ٢٧
- (٣٥) بخاری، الصحيح الجامع، ص: ۱۰۳۸؛ ترمذی، السنن، دارالسلام، ریاض، طبع اول، ۱۹۹۹ء، ص: ۸۳۶
- (٣٦) مسلم، الصحيح الجامع، مع منتهی النعم، ص: ۲ / ۹۵؛ نسائی، السنن، ص: ۳۵۲
- (٣٧) یعنی، السنن الکبیری، مجلس دائرۃ المعارف العثمانی، حیدر آباد کن، طبع اول، ۱۹۳۵ء، ص: ۲ / ۸
- (٣٨) نسائی، السنن، ص: ۳۵۰؛ یعنی، علی بن محمد، نور الدین، مجمع الزوائد، دارالکتب، بیروت، ص: ۳ / ۱۲۰؛ البناء احمد عبد الرحمن، لغت الربانی لترتیب منند احمد، خادم الشیعۃ السنیۃ، مصر، طبع اول، ۱۳۷۱ھ، ص: ۱۵ / ۱۲
- (٣٩) ابن ابی شیبہ، مصنف، تحقیق: سعید الحمام، داراللّفکر، بیروت، ص: ۳ / ۱۶۶

* * * * *